اسلامی اور مغربی طرزِ نکاح کا تحقیقی وتقابلی مطالعہ اور سماج پر اس کے اثرات کا جائزہ

Comparative Study of Islamic and Western Marriage Systems and Their Impact on Society

منیبہ رحمٰن*　　ڈاکٹر ضیاء اللہ الازہری**

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023
DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v7i1.5

Received: March 28,2024
Accepted: April 08, 2024
Published: June,2024

Abstract

This research paper comprises a "Comparative Study of Islamic and Western Marriage Systems and Their Impact on Society." Historically, marriage has been a significant social relationship in almost every era and among every nation, symbolizing elements like love, stability, and social harmony. Since Islam is a universal religion and a complete code of life, it provides guidance on all aspects of human life. Marriage is one of the most crucial aspects of human life, essential for the continuity of the human race, and thus, Islam offers comprehensive guidance on marriage. Islamic law emphasizes marriage over monasticism and celibacy. It is also a natural necessity because, since the day Allah created the universe and humans, this need has been felt and has existed in some form in every nation and era. Consequently, when Allah created Prophet Adam, He created his partner, Eve, for his comfort. In Islamic law, marriage is an act that not only fulfills natural sexual desires but is also considered an act of worship. This is the practice of all the prophets.

Generally, in the West, marriage is a sacred and legal relationship that involves mutual consent and family approval. To formalize a marriage, mutual consent of both the man and the woman is necessary. However, due to the women's liberation movement in Western societies, people often prefer partnerships based on mutual consent over long-term marriages. These are usually considered alternatives or equivalents to marriage, where sexual relationships are established without being bound in a formal

* ریسرچ سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز قرطبہ یونیورسٹی برائے سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور، پاکستان:

muftishamim1981@gmail.com (Correspondence Author)

** پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز قرطبہ یونیورسٹی برائے سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور، پاکستان۔

relationship. This is commonly referred to as a partnership or live-in relationship, where two individuals manage their lives according to mutual agreements and social standards without formal marriage.
Islamic law considers chastity, fidelity, affection, and mercy as the purposes of marriage. In contrast, the Western system, devoid of moral values, has crippled not only individual but also collective life. The family system is disintegrating and is plagued by sexual promiscuity. The traditional parental system is nearing its end. Additionally, due to the prevalence of free sexual relations in the West, prostitution has become an industry. The rise in adultery, fornication, and homosexuality has led to an increase in venereal diseases (such as gonorrhea, syphilis, and AIDS), engulfing the entire West. The current suffering of Western families is extremely cautionary.

Keywords: Marriage, Islam, West, relation, Society.

نکاح کا لغوی معنی:

نکاح لغت میں مطلقاً اکٹھا ہونے اور جمع کے معنیٰ میں آتا ہے۔ چنانچہ علامہ جرجانی نکاح کی لغوی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"النكاح هو في اللغة الضم والجمع"[1] نکاح لغت میں ضم (اکٹھا ہونے) اور جمع کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔

اسی طرح لفظ نکاح کا معنی بیان کرتے ہوئے المفردات فی غریب القرآن کے مصنف امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"أصل النكاح للعقد ثم استعير للجماع ومحال أن يكون في الأصل للجماع ثم استعير للعقد لأن أسماء الجماع كلها كنايات لاستقباحهم ذكره"[2]

لفظ نکاح اصل میں عقد کے لیے (وضع کیا گیا) ہے۔ پھر اسے جماع کے لیے مستعار لیا گیا، اصل میں یہ لفظ جماع کے لیے وضع ہونا اور عقد کے لیے مستعار لینا محال ہے، کیونکہ جماع کے سارے اسماء کنایات ہیں، کیونکہ ان کا ذکر کرنا قبیح سمجھا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ نکاح کے لغوی معنی یکجا کرنا، ضم کرنا اور ملانا ہے۔ اور ضم ہونا یعنی جذب ہونا اور یہ معنی اکمل طریقے سے وطی میں موجود ہے اس لیے نکاح کو وطی کے معنی میں بھی استعمال کیا جانے لگا۔ جب کہ عقد یا نکاح وطی کے معنی کو شامل ہے اسی بناء پر یہ مجازاً عقد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

نکاح کا اصطلاحی معنیٰ:

اصطلاحِ شریعت میں نکاح سے مراد ایسی عورت کے ساتھ عقدِ نکاح کرنا ہے جس سے نکاح کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہ پائی جائے۔ تاکہ جائز طریقے سے اس سے جنسی تسکین حاصل کر سکے۔ حنفیہ کے مشہور فقیہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

"هُوَ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ عَقْدٌ يُفِيدُ مِلْكَ الْمُتْعَةِ أَيْ حِلَّ اسْتِمْتَاعِ الرَّجُلِ مِنْ امْرَأَةٍ لَمْ يَمْنَعْ مِنْ نِكَاحِهَا مَانِعٌ شَرْعِيٌّ"[3]

فقہاء کے ہاں نکاح ایک ایسا عقد ہے جو فائدہ دیتا ہے ملکِ متعہ کا۔ یعنی مرد کے لیے ایسی عورت سے فائدہ اٹھانا جائز قرار دیتا ہے جس سے نکاح کرنے میں کوئی ممانعتِ شرعی نہ ہو۔

نکاح کی ضرورت واہمیت:

شریعت نے رہبانیت اور تجرد کی بجائے نکاح کرنے کی تاکید کی ہے۔ نیز ایک فطری ضرورت بھی ہے، کیونکہ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے کائنات اور انسان کو وجود بخشا ہے اس وقت سے یہ ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور ہر قوم اور ہر زمانہ میں کسی نہ کسی طرح اس کا وجود پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو وجود بخشا تو ان کی تسکین کے لیے ان کا جوڑا حضرت حواء علیہا السلام کی صورت میں پیدا فرمایا چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اس کا جوڑا اسی میں سے پیدا کیا تاکہ اس سے تسکین حاصل کر سکے۔

چنانچہ انسان کے فطری تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضرورت کا سامان اس کی پیدائش کے ساتھ ہی اسے مہیا کر دیا۔ ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا﴾[4] اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا۔

درج بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے۔ روزِ اول ہی سے اللہ تعالیٰ نے بشر کو وجود دے کر اسے جوڑے کی شکل میں بنایا اور ازدواجی زندگی کے بندھن میں باندھ کر اس کی اہمیت اور زیادہ واضح کر دی۔ جس سے نسلِ انسانی کا وجود ہے۔ اسی بناء پر شریعتِ اسلام نے نکاح کی بہت زیادہ تاکید کی ہے کیونکہ اسی کی بدولت ایک بیگانہ یگانہ اور پرائے اپنے ہو جاتے ہیں۔ یہی نکاح تو ہے

جس کی وجہ سے مرد وعورت رشتوں کی لڑی میں سما جاتے ہیں۔ایک عورت بیوی، بہن، ماں، بیٹی وغیرہ اور ایک مرد باپ، دادا، بہنوئی، داماد، وغیرہ جیسے خوب صورت رشتوں کے مالک ہو جاتے ہیں۔اسی طرح نکاح عورت کے واسطے ایک محفوظ ومضبوط قلعہ کی طرح ہے جس سے عورت کی عصمت محفوظ ہو کر عزت کی زندگی بسر کرتی ہے۔

نکاح سنتِ انبیاء اور انبیاء کرام علیہم السلام کے نکاح کے سلسلے میں قرآنی ارشادات

شریعتِ اسلام کی نگاہ میں نکاح ایک ایسا عمل ہے جو صرف فطری جنسی جذبہ کی تکمیل ہی نہیں اسے عبادت کا درجہ حاصل ہے۔رسول اکرم ﷺ نے نکاح کے عمل کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔اور اس سنت اعرض کرنے والوں کو سخت وعید سنائی ہے۔چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"[5] نکاح میری سنت ہے اور جو شخص میری سنت پر عمل نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

چنانچہ یہ صرف رسول اکرم ﷺ کی سنت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے انبیاء ورسل علیہم السلام صحابہ کرام اور بلاد مقدسہ کے مسلمانوں میں یہ نکاح کے اس پاکیزہ عمل کو جاری فرما کر اسے سنت متواترہ کا درجہ دے دیا چنانچہ جو انبیاء کرام پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾[6] اور بے شک ہم آپ ﷺ سے پہلے رسول بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولاد دی۔

درج بالا آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس سنت پر عمل پیرا تھے۔اور صاحبِ اہل وعیال رہے ہیں۔قرآن کریم اور احادیث میں متعدد انبیاء کرام کے متعلق سے سنت نکاح کا ذکر آیا ہے۔چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:﴿وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا﴾[7] اور ہم نے کہا، اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو کھو اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ۔

حضرت نوح اور حضرت لوط علیہا السلام کی بیویاں کافر تھیں، ان کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ﴾[8]

اللہ ان لوگوں کے لئے جو کافر ہیں مثال بیان کرتا ہے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی وہ دونوں ہمارے صالح بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں لیکن انھوں نے ان کے حق ضائع کئے تو دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا کام نہ آسکے اور دونوں عورتوں کو حکم ملا کہ تم بھی ہو جاؤ دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں اولاد کی نعمت سے نوازا، اور ان سے انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک سلسلہ جاری فرمایا۔ چنانچہ بڑھاپے میں ان کی اولاد کی خوش خبری قرآن کریم میں صراحتاً مذکور ہے۔[9]

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بارہ/12 بیٹے دیئے تھے اور پھر ان سے بارہ قبیلے بنے جو بنی اسرائیل کہلائے۔ چنانچہ ان کے فرزند ارجمند سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کا ان کو تعظیم کے طور پر سربسجود ہونے کا تذکرہ قرآن کریم میں آیا ہے، جس سے لامحالہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کا صاحبِ اہل وعیال ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ﴾[10] جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے باپ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو خواب میں دیکھا۔ دیکھتا گیا ہوں کہ وہ میرے آگے جھک رہے ہیں"

سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب سیدہ مریم علیہا السلام کے سامنے بے موسم پھل دیکھے جب کہ دروازہ بھی بند تھا، تو پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، سنتے ہی سیدنا زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے لگے۔ اس واقعہ سے سیدنا زکریا علیہ السلام کا اہل وعیال خود عیاں ہے: چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا - إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا - قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا -وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا﴾[11]

یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی رحمت (فرمانے) کا اپنے بندے زکریا پر (قابل ذکر ہے) اور وقت جب انھوں نے اپنے پروردگار کو خفیہ طور پر پکارا کہا کہ اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر میں

بالوں کی سفیدی پھیل پڑی ہے اور تجھے پکار کر اے میرے پروردگار میں (کبھی) نامراد نہیں رہا اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے سو تو ہی مجھے (خاص) اپنے پاس سے وارث دے۔

درج بالا تمام قرآنی ارشادات سے انبیاء کرام علیہم السلام کا صاحب اولاد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جس سے نکاح انبیاء کرام کی سنت ہونا عیاں ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کی دیگر آیات میں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی اولاد کا تذکرہ آتا ہے۔

مغربی نقطہ نظر سے نکاح کی اصطلاح کی وضاحت

مغرب میں نکاح اور پارٹنر شپ کی تعریفوں میں تفاوت معلوم ہوتا ہے، اور ہر شخص یا خاندان کے لئے یہ مختلف حیثیت رکھتا ہے۔ البتہ عام طور پر مغربی تصورات میں عام طور پر لڑکے اور لڑکیوں کو خود رضاکارانہ انتخاب کا حق ہوتا ہے اور ان کے خواہشات اور رضا کا خیال رکھا جاتا ہے۔

عام طور پر مغرب میں نکاح ایک مقدس اور قانونی تعلق ہوتا ہے، جس میں دونوں جانبوں کی رضامندی اور خاندانوں کی موافقت شامل ہوتی ہے۔ نکاح کی رسمیت حاصل کرنے کے لئے عورت اور مرد کی موافقت ضروری ہوتی ہے اور مختلف معیاروں اور مقدس حدود کا پاس ہونا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ مشہور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں مذکور ہے:

Marriage a legally and socially sanctioned union usually between a man and a woman that is regulated by laws rules customs beliefs and attitudes that prescribe the rights and duties of the partners and accords status to their offspring[12]"

شادی دراصل ایک ایک اتحاد ہے جس کو قانون اور سماج نے منظور کیا ہوا ہے۔ یہ عموما ایک مرد اور ایک عورت کے مابین قوانین، ضوابط، رسموں، عقیدوں اور رویوں کی بدولت تشکیل پاتا ہے جس میں شریکوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کو بیان کیا جاتا ہے اور ان کی اولاد کو بھی مقام دیا جاتا ہے۔

نکاح کی مغربی نقطہ نگاہ کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے مونک۔ جے۔ کالی لکھتے ہیں:

Marriage is often defined in a variety of ways but the simplest approach is identifying it as a legally recognized social contract between two people implying a permanence of a union and traditionally based on a presence of a sexual relationship

Variations to this definition may encompass nuances of legal union commonlaw marriage whether polygamy is allowed and same sex marriages or other differentiations from traditional expectations of marriage[13]"

شادی کی تعریف مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے، لیکن آسان ترین تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ اس کو دو افراد کے درمیان قانونی طور پر تسلیم شدہ سماجی معاہدے کے طور پر شناخت کیا جائے، جو کہ یونین کے مستقل ہونے کا مطلب ہے اور روایتی طور پر جنسی تعلقات کی موجودگی پر مبنی ہے۔اس تعریف کے تغیرات میں قانونی اتحاد ("کامن لا" میرج) کی باریکیاں شامل ہو سکتی ہیں، چاہے تعدد ازدواج کی اجازت ہو، اور ہم جنس شادیاں یا شادی کی "روایتی" توقعات سے دیگر تفریق۔

مذکورہ تعریفات اس بات کو خوب واضح کر دیتی ہیں کہ نکاح مغرب ثقافت کی رو سے معاشرتی اور مذہبی شناخت کی بجائے ایک قانونی معاہدہ ہے۔جو روایتی طور پر جنسی تعلقات پر مبنی ہوتا ہے۔اور ایک ایسا اتحاد ہے جو قانونی اور سماجی طور پر منظور ہو چکا ہے، اور اس میں کچھ ذمہ داریوں اور کچھ حقوق کی وضاحت ہوتی ہے۔اور اولاد کا اصل مقام متعین کیا گیا ہوتا ہے۔

تاہم یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ بیسویں صدی عیسوی کے آواخر میں مغرب میں تحریک نسواں کے نتیجے میں آزادی دے دی گئی جس کی وجہ سے دیرپا شادی کے بجائے لوگ پارٹنر شپ پر مبنی تعلقات کو زیادہ پسند کرتے ہیں جس میں زیادہ ذمہ داریاں نہیں نبھانی پڑتی اور عموماً جنسی تعلق تک محدود ان کے روابط ہوتے ہیں۔چنانچہ ان لوگوں نے بھی مدر پدر آزاد اور شادی کا بوجھ اٹھانے کی بجائے پارٹنر شپ کو ترجیح دی۔اس کے بارے میں فرانسسکو بیلاری لکھتے ہیں:

It is evident that marriage as an institution has evolved considerably, particularly in the 21st century. Shifting from a social exchange to becoming a traditional unit, it is now more of a preference and legality in Western culture rather than a necessity. There are greater freedoms to partner relationships and the dynamics of marriage focus more on mutual growth and support than a patriarchal foundation of centuries past. However, marriage for the large part is gradually losing its social value as a critical component of life and relationships as other models such as cohabitation are becoming prevalent[14].

یہ واضح ہے کہ ایک ادارے کے طور پر شادی نے خاص طور پر 21ویں صدی میں کافی ترقی کی ہے۔ سماجی تبادلے سے روایتی اکائی بننے کی طرف منتقل ہونا، اب یہ مغربی ثقافت میں ضرورت کے بجائے ترجیح اور قانونی حیثیت کا حامل ہے۔ پارٹنر تعلقات کے لیے زیادہ آزادیاں ہیں اور شادی کی حرکیات ماضی کی صدیوں کی پدرانہ بنیادوں سے زیادہ باہمی ترقی اور حمایت پر مرکوز ہیں۔ تاہم، بڑے حصے کے لیے شادی دھیرے دھیرے زندگی اور رشتوں کے ایک اہم جزو کے طور پر اپنی سماجی قدر کھو رہی ہے کیونکہ دوسرے ماڈل جیسے کہ صحبت کا رواج عام ہو رہا ہے۔

شادی کی رسومات:

زیادہ تر ثقافتوں میں شادی کے ارد گرد کی رسومات اور تقاریب بنیادی طور پر فضیلت سے وابستہ ہیں اور ایک قبیلے، لوگوں یا معاشرے کے تسلسل کے لیے شادی کی اہمیت کی توثیق کرتی ہیں۔ وہ باہمی انتخاب کی خاندانی یا اجتماعی منظوری پر بھی زور دیتے ہیں اور اس بات کو بنانے میں شامل مشکلات اور قربانیوں کی تفہیم پر زور دیتے ہیں، جو زیادہ تر معاملات میں، شریک حیات اور بچوں کی فلاح و بہبود کے لیے زندگی بھر کی وابستگی اور ذمہ داری ہے۔ نیز شادی کی تقریبات میں علامتی رسومات شامل ہوتی ہیں، جنہیں اکثر مذہبی حکم کے ذریعے مقدس بنالیا جاتا ہے، اور ان کے بارے میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ وہ جوڑے کو خوش قسمتی سے نوازتے ہیں۔[15]

مغربی پارٹنر شپ:

مغرب میں ایک دوسری اصطلاح جو پارٹنر شپ کہلاتا ہے اور عموماً اس کو شادی کا متبادل یا مساوی سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔ جس میں کسی بندھن میں جڑے رہنے کے بغیر جنسی تعلق استوار کیا جاتا ہے۔ اسے عام طور پر پارٹنر شپ یا Live in Relation بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ عام طور پر رسمی نہیں ہوتا اور اس میں نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ اس میں دو افراد اپنے زندگی کو ملاقاتوں، تعلقات اور متفقہ معاشرتی معیارات کے تحت چلاتے ہیں، لیکن ان کا تعلق رسمی نکاح کے بغیر ہوتا ہے۔ مغربی پارٹنر شپ میں نکاح کی طرح اگرچہ موافقت ضروری ہے۔ مگر اس میں عام طور پر زندگی کی آخری سانس تک نبھانے کا عہد وپیمان نہیں کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ شادی سے پہلے ایک تدریجی مرحلہ یا پھر گزران اوقات کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔

مغربی پارٹنر شپ کی ابتداء:

مغرب میں اٹھارہویں صدی میں صنعتی انقلاب کے ساتھ ساتھ کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن میں ایک جنسی بے راہ روی اور قوت شہوانی کا سیلاب جس نے اخلاقی اقداریں ہلا کر رکھ دیا۔ چنانچہ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض ہوس پرست لوگوں نے آزادی کا نعرہ لگایا۔ یہ ایسا عجیب وغریب دور تھا کہ اس کو اگر ہم مختصر الفاظ میں عنوان دینا چاہیں تو یہ دے سکتے ہیں "جنسی آزادی کا دور"۔ یہ 1960 سے 1980 تک کی مدت کی بات ہے۔[16] جنسی آزادی میں یہ بھی شامل تھا کہ روایتی یک زوجی کے علاوہ دیگر طریقہ ہائے تعلقات کو رواج دے کر قبول عام بخش دیا جائے۔[17] حمل سے بچانے والی ادویات، سر عام عریانی، بے حیائی اور فحاشی، مشت زنی وغیرہ کا عام ہونا اسی جنسی آزادی کا شاخسانہ ہے لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر اسقاط حمل کو قانونی جواز عطا کیا گیا۔[18] اس کے سنگین نتائج یوں ظاہر ہونا شروع ہوئے کہ لوگ شادی کی ذمہ داریوں سے بھاگنے لگے۔ لیکن جب فطری شہوانی قوت نے تنگ کرنا شروع کیا تو اب اس کے متبادل پر غور وفکر ہونے لگی جس کے نتیجے میں پارٹنر شپ کا تصور ایجاد ہوا۔

معاصر مغربی معاشروں میں یہ سوچ اس قدر راسخ ہوگئی کہ بہت سی مشہور مسلم شخصیات بھی اس کی علمبردار نظر آتی ہیں۔ حال ہی میں ایک پاکستانی خاتون ملالہ یوسف زئی (نوبل انعام یافتہ) نے ایک برطانوی جریدے BritishVogue کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

I still dont understand why people have to get married If you want to have a person in your life why do you have to sign marriage papers why cant it just be a partnership[19]"

میں اب بھی یہ نہیں سمجھ پا رہی کہ لوگوں کو شادی کرنے کی کیا پڑی ہے؟ اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا ساتھ چاہتا ہے، تو اس کے لئے یہ کیوں ضروری ہے کہ وہ شادی کے کاغذات پر دستخط کرے؟ یہ معاملہ محض ایک پارٹنر شپ کی حد تک کیوں نہیں ہو سکتا؟

اس سوچ نے انسانی معاشرے پر جو تباہ کن اثرات ڈالے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

(1) بچوں کی تربیت اور نگہداشت سے عام بے پروائی (2) خاندانی نظام کا انتشار (3) طلاق کی کثرت (4) جنسی آوارگی (5) بوڑھوں اور بچوں کی نگہداشت کے مراکز کا قیام (6) مردوں کے خلاف نفرت (7) صنفی استحصال وانتشار

اسلامی اور مغربی طرزِ نکاح کا تقابلی جائزہ

شریعت اسلامی نے انسان کی فطری ضرورتوں کا خاص خیال رکھا ہے جب کہ باقی مذاہب میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی۔ اسلام نے نکاح کے ذریعے مرد کے لیے عورت کو حلال کیا، اس کے علاوہ اور کوئی دوسری صورت نہیں جس سے عورت مرد کے لیے حلال ہو۔ الا یہ کہ کوئی باندی اس کی ملکیت میں آجائے۔ باقی تمام راستے اور طریقے اسلام میں ناجائز اور حرام قرار دیئے گئے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ - إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ- فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾[20] "اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہوں کیونکہ ایسے لوگ قابلِ ملامت نہیں ہیں۔ ہاں جو اس کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں"

نکاح میں ولی کی رضامندی اور اجازت:

نکاح کے وقت لڑکی کی رضامندی اور اولیاء کی موجودگی کے بارے میں شریعت اسلام میں واضح احکامات موجود ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں عورتوں کے نکاح کا حکم آیا ہے، وہاں براہ راست عورتوں کو خطاب کرنے کی بجائے ان کے ولیوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا﴾[21] "مسلمان عورتوں کے نکاح مشرکوں سے نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔"

چنانچہ اس آیت میں اولیاء کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کو مشرکین کے نکاح نہ دیا کریں یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ لہٰذا اخلاقی اور معاشرتی طور پر بھی عورت از خود نہیں، بلکہ اولیاء کے واسطے سے نکاح کریں، یہی شریعت کی نظر میں ممدوح سمجھا جاتا ہے۔ نیز ولی کی اجازت و رضامندی کے بغیر کیے گئے نکاح کے بارے میں رسول اکرم ﷺ سے انتہائی سخت ارشادات منقول ہیں۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "أيما امرأة نكحت بغير إذن مواليها فنكاحها باطل ». ثلاث مرات "[22] "جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، اس کا نکاح باطل ہے۔ (تین مرتبہ باطل ہونا فرمایا۔)"

اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح میں ولی اور عورت دونوں کی رضامندی لازم و ملزوم ہے۔ اگر کسی وجہ سے دونوں کی رائے میں اختلاف ہو تو ولی کو چاہیئے کہ وہ عورت کو زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کر کے اسے رائے بدلنے پر آمادہ کرے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر ولی کو عورت کا نکاح کسی ایسی جگہ کرنا چاہیئے جہاں لڑکی

بھی راضی ہو۔ نکاح میں ولی اور عورت دونوں کی رضامندی کو لازم وملزوم قرار دے کر شریعت اسلامیہ نے ایک ایسا متوازن اور معتدل راستہ اختیار کیا ہے جس میں کسی بھی فریق کے نہ تو حقوق پامال ہوتے ہیں نہ ہی کسی فریق کا استحقار یا استخفاف پایا جاتا ہے۔

جب کہ مغرب کی حیا باختہ تہذیب میں عموماً آپس کی دوستی اور چوری چھپکے یہ معاملات طے پاتے ہیں۔ مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب میں کوئی لڑکی یا لڑکا جہاں چاہے اور جب چاہے اپنے نکاح یا عارضی پارٹنر شپ کے معاملات طے کرتے ہیں اگرچہ اس کے والدین اس پر راضی نہ ہوں۔

زوجین کے حقوق وفرائض:

اسلام دین فطرت اور دین انسانیت ہے، اس نے مسلمانوں کو ایسا نظام معاشرت عطا فرمایا ہے کہ جس میں انسانی زندگی اور ہر طبقے کے افراد کے حقوق و فرائض متعین کر دیے گئے ہیں۔ بالخصوص میاں بیوی اور زوجین کے حقوق و فرائض کے حوالے سے اسلامی تعلیمات بہت واضح ہیں۔ اسلام میں حقوق و فرائض کے حوالے سے زوجین کے باہمی تعلق اور اس رشتے کی بنیاد انتہائی پائیدار ہے۔ اس کے لیے مرد و عورت دونوں پر ذمے داریاں اور ایک دوسرے پر دونوں کے حقوق و فرائض متعین کئے گئے ہیں، جن سے خاندان کی بنیاد مضبوط ہوتی اور معاشرے میں امن وسکون کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[23] "اور ان کے ساتھ اچھی طرح گزر بسر کرو"۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو بیویوں سے حسنِ معاشرت یعنی معروف طریقے کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے اور "معروف" کے معنٰی یہ ہیں کہ ان کا حق پورا پورا ادا کیا جائے، مثلاً مہر، نفقہ اور باری، اگر کئی بیویاں ہوں تو ان کے درمیان باری مقرر کرنا، اسی طرح بد گوئی ترک کر کے اس کی اذیت کو ختم کرنا، اسی طرح اس کی طرف سے بے اعتنائی اور دوسروں کی طرف میلان کو ترک کرنا وغیرہ، اسی طرح ناک بھوئیں چڑھانا اور ترش روئی سے اس کے سامنے پیش آنا، جب کہ اس کا کوئی قصور بھی نہ ہو اور اسی طرح کی دوسری باتیں جو ان صورتوں میں آتی ہوں۔[24]

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے شوہروں کو بیویوں سے حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے، یہ امر نفس انسانی کے لیے بہترین اور خوش گوار زندگی کی ضمانت ہے"۔[25] نبی کریم ﷺ کا ارشاد عالیٰ ہے: "خیرکم خیرکم لأھلہ

وأنا خيركم لأهلي[26] ""تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے اچھا ہوں"

عائلی زندگی میں مرد کی حیثیت:

رشتہ ازدواج کی بناء پر شریعت اسلامی نے اگرچہ زوجین کے دوسرے پر حقوق لازم قرار دیئے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ مردوں کو ایک گونہ فضیلت دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾[27] مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔

چنانچہ مردوں کی یہ فضیلت اور تفوق خود عورتوں کی مصلحت اور فائدہ کے لیے اور عین مقتضائے حکمت ہے۔ اس میں عورت کی نہ کسر شان ہے نہ اس کا کوئی نقصان ہے۔ چنانچہ ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾[28] مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہوں نے اپنے مال۔

قوام، قیام، قیم عربی زبان میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا نظام کا ذمہ دار اور چلانے والا ہو، اسی لیے اس آیت میں قوام کا ترجمہ عموماً حاکم کیا گیا ہے، یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں، مراد یہ ہے کہ ہر اجتماعی نظام کے لئے عقلاً اور عرفاً یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کا کوئی سربراہ یا امیر اور حاکم ہوتا ہے کہ اختلاف کے وقت اس کے فیصلہ سے کام چل سکے، جس طرح ملک و سلطنت اور ریاست کے لئے اس کی ضرورت سب کے نزدیک مسلم ہے، اسی طرح قبائلی نظام میں بھی اس کی ضرورت ہمیشہ محسوس کی گئی، اور کسی ایک شخص کو قبیلہ کا سردار اور حاکم مانا گیا ہے، اسی طرح اس عائلی نظام میں جس کو خانہ داری کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک امیر اور سربراہ کی ضرورت ہے، عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے لئے حق تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا کہ ان کی علمی اور عملی قوتیں بہ نسبت عورتوں، بچوں کے زیادہ ہیں، اور یہ ایسا بدیہی معاملہ ہے کہ کوئی سمجھدار عورت یا مرد اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت میں﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ فرما کر اور سورہ نساء کی آیت متذکرہ میں ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ فرما کر یہ بتلا دیا گیا کہ اگرچہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم و

واجب ہیں، جیسے مردوں کے عورتوں پر اور دونوں کے حقوق باہم مماثل ہیں، لیکن ایک چیز میں مردوں کو بہت امتیاز حاصل ہے کہ وہ حاکم ہیں،اور قرآن کریم کی دوسری آیات میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ یہ حکومت جو مردوں کی عورتوں پر ہے محض آمریت اور استبداد کی حکومت نہیں، بلکہ حاکم یعنی مرد بھی قانون شرع اور مشورہ کا پابند ہے، محض اپنی طبیعت کے تقاضہ سے کوئی کام نہیں کر سکتا،اس کو حکم دیا گیا ہے کہ ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[29]یعنی عورتوں کے ساتھ معروف طریقہ پر اچھا سلوک کرو۔ اسی طرح دوسری آیت میں ﴿عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ﴾[30]کی تعلیم ہے، جس میں اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ امور خانہ داری میں بیوی کے مشورہ سے کام کریں۔

عائلی زندگی میں عورت کی حیثیت:

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو ایک دوسرے سے مختلف انداز میں پیدا کیا، اس خلقی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے دونوں کی حیثیت اور ذمہ داری میں بھی قدرے فرق رکھا گیا ہے اور عورت کی طبعی نزاکت اور جسمانی ضعف کا لحاظ رکھتے ہوئے، اس کی ذمہ داریاں مقرر کی گئی ہیں، چنانچہ عورت کو حمل، ولادت، اور دودھ پلانے کا محل بنایا، جب کہ مرد ان ذمہ داریوں کے اٹھانے کا قابل ہی نہیں بنایا، اس لحاظ سے عورت کی طبیعت کو مرد کی طبیعت سے بالکل مختلف بنایا، پس ضروری تھا کہ عورت ماں بنے، گھر کی مالکہ اور خاندان کی اساس قرار پائے، بچوں کی تربیت کی گھر چلانے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اس کے کندھے پر آئے، گھر سے باہر کی ذمہ داریاں مرد کے کندھے پر ہوں، پس اس طرح بچوں کی تربیت وصیانت، گھر اور باہر اس کی نگہداشت و نگرانی، قدم قدم پر اس کے مفاد کی حفاظت و رعایت اور بہتر طریقہ پر اس کی نشو ونما کے لئے اچھا گھر اور خوشگوار ماحول فراہم ہو گا، واقعہ یہی ہے کہ ماں بچوں کا پہلا مدرسہ ہے، جہاں بچے اپنی تعلیم و تربیت کا آغاز کرتے ہیں، ماں سے جہاں ایک طرف اس کی زندگی کی شروعات ہوتی ہیں، وہیں وہ اس کے علم و عمل کا نقطہ آغاز بھی ہے۔[31]

مغربی معاشرے میں نکاح اور جنسی تعلقات:

ہر معاشرے میں شادی سے پہلے ہر مرد اور عورت کو جنسی لحاظ سے پاک دامن رہنے کی تلقین کی جاتی ہے لیکن مغربی معاشرہ اور کچھ دیگر غیر ترقی یافتہ معاشرے مرد و عورت کو جنسی اختلاط کی اجازت دیتے ہیں مثال کے طور پر پولی نیشیا کے سیموئن قبائل میں ہر بالغ مرد اور عورت سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ شادی

سے پہلے جنس کا تجربہ کر چکے ہوں۔[32] ان قبائل میں شادی سے پہلے منگیتر کے ساتھ راتیں گزارنا ان کی روایت اور تمدن کا حصہ ہے۔ اس طرح کینیا کے ماسی قبائل میں جب ایک لڑکا بالغ ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر تربیتی کیمپوں میں چلا جاتا ہے جہاں وہ جنگی ماہرین سے جنگ اور لوٹ مار کرنے کے طریقے سیکھتا ہے۔ اس دوران نزدیکی گھروں میں رہنے والی جوان لڑکیاں ان کی خدمت گزاری کے لیے وقف ہوتی ہیں جن سے جنسی تعلق قائم کرنا ان جوانوں کا حق ہوتا ہے۔ جب ایسے تعلق کے نتیجہ میں کوئی لڑکی حاملہ ہو جاتی ہے تو وہ شادی کے لیے مکمل طور پر تیار تصور کی جاتی ہے۔ حمل کے بعد فوری طور پر اس لڑکی کی شادی کسی بھی جوان سے کر دی جاتی ہے اور ہونے والا بچہ قبیلے میں مکمل سماجی اور قانونی حیثیت کے ساتھ رہتا ہے۔[33]

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے انسانی معاشروں میں یہ ایک آفاقی اصول ہے کہ باپ، بیٹی، ماں، بیٹا اور بہن، بھائی میں شادی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس بین الاقوامی اصول کے باوجود پیرو کے قدیم انکاس قبائل، مصر کی پرانی تہذیب اور جزائر ہوائی کی سابقہ ریاستوں میں ان رشتوں کی حرمت اور لحاظ کو پامال کیا جاتا رہا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان تمام جگہوں پر اس کی روحانی اور مذہبی توضیحات پیش کی جاتی رہی ہیں۔[34]

برطانیہ کا قانون شادی مجریہ 1949ء اور 1960ء اس کے علاوہ جنسی جرائم کا قانون مجریہ 1956ء ایک عورت کو اپنے دادا، باپ، بھائی، سوتیلے بھائی اور بیٹے سے جنسی تعلق قائم کرنے اور شادی کرنے سے روکتا ہے اور یہ قانون برطانوی خاتون کو اس طرح کے 21 قسم کے رشتہ داروں سے اور ایک مرد کو 23 قسم کے رشتوں سے شادی کرنے پر پابندی عائد کرتا ہے۔[35] اس طرح زیادہ تر مغربی ممالک میں پہلے کزن کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت ہے جبکہ چند امریکی ریاستوں کا قانون اس طرح کی شادی کی اجازت نہیں دیتا۔[36] اسی طرح بحر الکاہل کے جزیرہ ٹوکیوپیا میں سوتیلے بہن بھائیوں میں شادی کا رواج پایا جاتا ہے۔[37]

جنوبی افریقہ کا Prohibition of Mixed Marriage act of 1949 سفید نسل لوگوں کی غیر سفید لوگوں میں شادی پر قدغن لگاتا ہے جبکہ یہ لوگ ہندوستانی کالے اور بانتو نسل کے لوگوں میں شادی کر سکتے ہیں۔[38] اسی طرح ہندوستان میں شادی صرف اپنی ذات کے لوگوں کے درمیان پسندیدہ رہی ہے یا زیادہ سے زیادہ اپنے قبیلے کے لوگوں میں۔[39]

نکاح ایک سماجی ضرورت:

شادی کا بندھن انسانی سماج کا نقطہ آغاز ہے۔ اور سماجی ضرورت کے ساتھ ساتھ یہ ایک طبعی ضرورت ہے۔ لیکن اسلام نے اسے صرف ضرورت کے دائرے تک محدود نہیں رکھا بلکہ زندگی کے مقاصد میں شمار کیا ہے اور نیکی اور عبادت قرار دیا ہے جس سے شادی کے بارے میں اسلام کے فلسفہ اور باقی دنیا کی سوچ میں ایک بنیادی فرق سامنے آتا ہے۔ اور یہی چیز اسلام کے فلسفۂ نکاح اور اس کے خاندانی نظام کے تصور کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اسلام نے سماج کو حکم دیا ہے کہ تمہارے اندر جو غیر شادی شدہ ہوں ان کے نکاح کراؤ اور وہ نوجوان یا وہ لوگ جو غیر شادی شدہ ہوں ان کو بھی تاکید کی ہے کہ وہ شادی کے بندھن میں بندھ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾[40] "تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے"۔

جنسی بے راہ روی سے حفاظت:

نکاح جنسی بے راہ روی سے حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے امت کے نوجوانوں کو مخاطب کرکے فرمایا: "مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ"[41] "اے نوجوانو! تم میں سے جو بھی نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، اسے نکاح کر لینا چاہیے۔ اس لیے کہ اس سے نگاہوں کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔"

اس روایت میں آپ ﷺ نے بطور خاص نوجوان طبقہ کو مخاطب کر کے نکاح کا حکم ارشاد فرمایا ہے، اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے، کہ نکاح بھرپور جوانی میں ہونا چاہیے آپ فرماتے ہیں کہ اے نوجوانو! اگر مالی پوزیشن ضرورت کی حد تک درست ہے تو ضرور نکاح کرو اس سے تمہیں دو فائدے حاصل ہوں گے:

- نگاہ کی حفاظت۔
- شرمگاہ کی حفاظت

نکاح کی عالی نسبت:

جناب نبی اکرم ﷺ نے نکاح کو انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت کہا ہے اور یہ سارے پیغمبروں کی مشترکہ سنت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک تمام پیغمبروں نے شادی کی اور ان کی اولاد بھی ہوئی جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے:﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾[42]

"بے شک ہم نے آپؐ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولاد بھی عطا کی"

البتہ دو پیغمبروں کے بارے میں صراحت ہے کہ ان کی شادی نہیں ہوئی۔ ایک حضرت یحییٰ علیہ السلام جن کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ وہ "حصور" تھے[43]۔ یعنی عورت کے قریب نہ جانے والے تھے۔ اور دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں احادیث میں ہے کہ ان کی شادی ابھی ہونی ہے، وہ جب دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو ان کی شادی ہوگی اور اولاد بھی ہوگی۔[44] اس لیے شادی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور عبادت بھی ہے۔

شادی اور تقویٰ:

نکاح کے وقت خطبے میں قرآن کریم کے تین مختلف مقامات سے آیات قرآنیہ پڑھی جاتی ہیں اور ان تینوں آیات میں "تقویٰ" کا ذکر موجود ہے۔ اس کی حکمت علماء یہ بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ تقویٰ کا مطلب اللہ کا خوف وڈر، خشیت الٰہی، قیامت کے دن جواب دہی کا احساس ہے اور جب تک یہ احساس بیدار نہ ہو تب تک انسان کسی رشتے کو نبھا نہیں سکتا اور میاں بیوی چونکہ ایک طویل عرصہ ساتھ رہنے کا عہد کرتے ہیں اور اس عرصے میں مزاج کی تلخی عین ممکن ہے، اس تلخی کے ساتھ ساری زندگی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا تب ہی ممکن ہے جب اللہ رب العزت کی نگرانی اور جواب دہی کا احساس پیدا ہو جائے، تو پھر ہر قدم پھونک پھونک کر رکھا جائے گا کہ میرے کسی رویے سے وہ عظیم ذات جو مجھے ہر آن ہر لحمہ دیکھ سن سمجھ رہی ہے کہیں میری گرفت نہ کرے اور اس احساس میں آکر ہی زوجین ایک دوسرے کے جانی مالی حقوق کی پرواہ کرسکتے ہیں اور اگر یہ نہ رہے تو کوئی خاندان کا سربراہ، انجمن، پنچائت، کورٹ کچہری ان کو مکمل پابند نہیں کرسکتا۔

بنیادی حقوق (Fundamental Rights)، مساوی حقوق (Equal Rights) اور آزادیِ نسواں (Emancipation of women) کے نام سے برپا ہونے والی یہ تحریکیں اصلاً مغربی ماحول کی پیداوار تھیں۔ چنانچہ ان تحریکوں کا مغرب کے خاندانی، سماجی اور معاشرتی تعلقات پر کافی اثر پڑا۔ ذیل میں مغرب کے طرز نکاح اور جنسی تعلقات اور اس کے نتیجے میں سماج پر اثرات کا جائزہ لیں گے۔

خاندانی شکست وریخت اور جنسی بے راہ روی:

اخلاقی اقدار سے عاری ان تصوّرات نے یوں تو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو متاثر کیا ہے، لیکن اس کا سب سے زیادہ اثر نظام خاندان پر پڑا ہے۔ اس کے نتیجے میں خاندان کا ادارہ بری طرح شکست وریخت سے دوچار ہوا ہے۔ اباحیت اور آزاد شہوت رانی کی مختلف صورتوں کو فروغ ملا ہے، سماجی ذمہ داریوں سے فرار کا رجحان بڑھا ہے اور اخلاقی قدریں بری طرح پامال ہوئی ہیں۔

خاندان کی تشکیل مرد اور عورت کے باضابطہ جنسی تعلّق سے ہوتی ہے۔ یہ تعلق ایک دوسرے کے حقوق اور ذمہ داریاں متعین کرتا ہے، جن کی پاس داری بہتر خطوط پر افراد خاندان کے رہن سہن اور نشو ونما کے لیے ضروری ہوتی ہے، لیکن ذمہ داریوں سے بچتے ہوئے لذّت کے حصول کے رجحان نے ضابطے کے ساتھ جنسی تعلق کو فرسودہ قرار دیا اور بغیر نکاح آزاد جنسی رابطہ (Pre Marital Sexual Permissiveness) کو سندِ جواز عطا کی۔ یہ دلیل دی گئی کہ اگر نکاح کے بندھن میں بندھ کر کوئی مرد اور عورت ایک ساتھ زندگی گزاریں گے تو کچھ عرصہ کے بعد ناپسندیدگی یا کسی اور وجہ سے الگ ہونے میں قانونی رکاوٹیں ہوں گی، اس لیے زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ بغیر نکاح کے وہ ایک ساتھ رہیں اور جب ان کا جی بھر جائے، ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ جدید اصطلاح میں اسے Live in Relationship کا نام دیا گیا ہے۔[45]

غیر فطری جنسی رویوں کا فروغ:

آزاد روی کی اس روش نے جنس کے معاملے میں متعدد منحرف اور غیر فطری رویّوں کو جنم دیا ہے۔ مرد کا مرد سے جنسی تعلق (Homosexuality) اور عورت کی عورت سے جنسی تسکین (Lesbianism) اس سلسلے کی دو نمایاں مثالیں ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق مغربی ممالک میں ہم جنس پرستوں کی تعداد 10 فیصد تک بڑھ چکی ہے۔ اور اکثر ممالک میں اسے قانونی جواز عطا کیا گیا ہے۔ اور ہم جنس پرستوں کے بھی روایتی شادی شدہ جوڑوں جیسے حقوق تسلیم کیے گئے ہیں۔[46] پاکستانی معاشرے میں مغربی طاقت کے زیر اثر

یہاں بھی کبھی کبھار اسی کے حق میں آوازیں اٹھ جاتی ہیں۔ لبرل اور سیکولر عناصر اپنے آلہ کار حکمرانوں اور میڈیا کے ذریعے اس سوچ کو آگے بڑھانے کے لیے کوشاں ہیں۔[47]

قائم مقام ماں(Surrogate Mother):

آزادی اور افادیت کے تصورات نے ایک اور سماجی مسئلے کو جنم دیا ہے، جسے قائم مقام مادریت (Surrogate Motherhood) کا نام دیا گیا ہے۔ کہا گیا کہ عورت اپنی مرضی کی مالک ہے اور اپنے اعضائے جسم کی بھی۔ اس لیے اگر وہ چاہے تو اپنے رحم (Uterus) کو کرایے پر اٹھا سکتی ہے۔ جو شادی شدہ عورت کسی ایسے مرض میں مبتلا ہے، جس سے اس کے رحم میں استقرار حمل نہیں ہو سکتا یا وہ اپنی عیش پسندی کی وجہ سے حمل کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتی اور بچے کی بھی خواہش رکھتی ہے، وہ کچھ پیسے خرچ کر کے کسی دوسری عورت کے رحم کو کرایے پر لے سکتی ہے۔ اسی طرح اس تکنیک سے وہ عورتیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں جو شادی کے بندھن میں بندھے بغیر زندگی گزارتی ہیں اور فطری تقاضے سے کسی بچے کی پرورش کرنا چاہتی ہیں۔ ان کی خواہش کی تکمیل کے لیے مادۂ منویہ کی دوکانیں (Sperm Banks) قائم ہیں، جن میں بڑی بڑی اور مشہور شخصیات کے مادہ منویہ کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ وہ کسی من پسند شخصیت کے مادۂ منویہ (sperm) کو خرید کر، کسی ٹیسٹ ٹیوب میں اپنے بیضہ (ovum) کے ساتھ استقرار حمل کروا کے، کسی عورت کے رحم میں بہ صورت جنین اس کی پرورش کروا سکتی ہیں۔[48]

جنین کشی کا رجحان:

ایک اہم مسئلہ رحم مادر میں جنین کشی (Foeticide) کا ہے۔ اسے اگرچہ بسا اوقات قبل از نکاح جنسی تعلق کے نتیجے میں استقرار شدہ حمل کو زائل کرنے کے لیے بروئے کار لایا جاتا ہے، لیکن اس کا غالب استعمال اس صورت میں کیا جاتا ہے، جب بعد از جنسی تعلقات استقرار حمل کے بعد الٹراساؤنڈ یا کسی دیگر تکنیک کے ذریعے معلوم کر لیا جاتا ہے کہ رحم میں لڑکی پرورش پا رہی ہے۔ اس سماجی رویے نے عالمی سطح پر سنگین صورت اختیار کر لی ہے۔[49]

بوڑھوں کے لیے ہاسٹل کا رجحان:

خاندان اور سماج کا ایک اہم جز بوڑھے اور بزرگ ہوتے ہیں۔ ہر فرد اپنی عمر کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے بڑھاپے کو پہنچتا ہے۔ اس عمر میں اگرچہ اس کے جسمانی قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور وہ دوسروں کا

دست نگر بن جاتا ہے، لیکن اپنے قیمتی تجربات اور سرپرستی کے پہلو سے اس کی اہمیت نہ صرف باقی رہتی ہے، بلکہ بڑھ جاتی ہے۔ موجودہ دور کے تصورِ افادیت نے انہیں ایک بے کار اور غیر مفید فرد کی حیثیت دے دی ہے۔ چنانچہ ان سے نجات پانے کے لیے Old Age Homes قائم کیے گئے ہیں۔ مغربی ممالک میں تو ایسے مراکز عام ہیں، جہاں فیس ادا کر کے یا مفت میں بوڑھے رہائش اختیار کر سکتے ہیں، 1998ء کی ایک رپورٹ کے مطابق صرف انگلینڈ میں 728 Old Age Homes تھے۔[50] اب مغرب کے ہر ہر ملک میں اس کی تعداد ہزاروں میں ہو گی۔ پاکستان میں بھی مادیت کے فروغ اور معاشرتی اقدار کے کمزور پڑنے سے بزرگوں کی خدمت کی اخلاقی قدر متاثر ہوئی ہے جس کا ایک ثبوت بوڑھوں کے لیے ہاسٹل بنانے کا رجحان کا پیدا ہونا ہے۔ ماضی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

جسم فروشی ایک صنعت:

مغرب میں آزادانہ جنسی تعلقات کے نتیجے میں جسم فروشی نے ایک صنعت کی شکل اختیار کر لی ہے۔ حکومت یا معاشرے کی طرف سے اس پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ اس لیے بہت سی غربت کی ماری عورتیں اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے قحبہ گری کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ دوسری طرف جنسی تعلقات مافیا کا بہت بڑا اور منظّم گروہ ہے، جو اغواء کاری کی بین الاقوامی تجارت میں ملوّث ہے۔ وہ پس ماندہ ممالک سے لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں معصوم لڑکیوں کو اغوا کر کے یا غریب والدین کو پیسوں کا لالچ دے کر انہیں ترقی یافتہ ممالک میں سپلائی کرتا ہے۔ بہت سی لڑکیاں شوق میں یا اپنے بڑھتے ہوئے اخراجات پورے کرنے کے لیے یہ پیشہ اختیار کرتی ہیں، لیکن اس دلدل میں پھنسنے کے بعد پھر اس سے نکل پانا ان کے نصیب میں نہیں ہوتا۔[51]

مساوات مرد وزن اور خواتین پر تشدد:

عورتوں کو ہر طرح کے حقوق سے بہرہ ور کرنے کے لیے ایک تحریک برپا کی گئی، جسے تحریک حقوقِ نسواں (Feminism) کا نام دیا گیا۔ اس نے نعرہ دیا کہ عورت کو ہر حیثیت سے مرد کے مساوی مقام حاصل ہے اور وہ ہر وہ کام کر سکتی ہے جسے مرد انجام دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس تصور نے خاندان کے دونوں مرکزی ستونوں کو، جو حقیقت میں باہم رفیق اور حلیف تھے، ایک دوسرے کا فریق اور حریف بنا دیا۔ جب عورت کو ہر حیثیت سے مرد کے مساوی مقام حاصل ہے تو وہ نظامِ خاندان میں مرد کی ماتحتی کیوں قبول کرے؟

ملازمت اور روزگار کے مواقع نے اسے خود کفیل بنادیا اور مرد پر اس کا انحصار کم یا ختم ہو کر رہ گیا۔ اس کے نتیجے میں اس کی جانب سے سرکشی اور خودسری کا مظاہرہ ہونے لگا۔ دوسری طرف مرد نے اسے قابو میں کرنے کے لیے اپنے زور بازو کا استعمال شروع کر دیا۔ اس چیز نے گھریلو تشدّد (Domestic Violence) کو جنم دیا، جو آج کل پوری دنیا کا ایک سنگین مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اس کا اظہار اقوام متحدہ کے ایک نمائندہ Yakin Erturk کی ایک رپورٹ سے ہوتا ہے جس میں اس نے کہا ہے: "عورتوں کے خلاف تشدد ایک عالمی مظہر ہے جو دنیا کے تمام ممالک میں پایا جاتا ہے"۔[52]

معاشرتی انتشار و انحطاط:

ان مسائل کے بطن سے دیگر بہت سے سماجی مسائل نے جنم لیا ہے، جن کی وجہ سے نہ صرف خاندان کا روایتی نظام معرضِ خطر میں ہے اور اس کی بنیادیں متزلزل ہیں، بلکہ پورا انسانی معاشرہ ان کی زد میں ہے۔ اس کے نتیجے میں زوجین کے درمیان علیٰحدگی اور طلاق کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں۔ نوعمر لڑکیوں کے اغوا اور ان کے ساتھ زنا بالجبر اور قتل کے واقعات اتنے زیادہ پیش آرہے ہیں کہ ان کی سنگینی کا احساس ختم ہوتا جارہا ہے۔ والدین اور اولاد کے درمیان مودّت اور مرحمت کا تعلق کم زور سے کم زور تر ہوتا جارہا ہے۔ جرائم بالخصوص جنسی جرائم میں اضافہ ہورہا ہے۔ نئی اور پرانی نسل میں تفاوت بڑھ رہا ہے۔ بتدریج مذہب کی گرفت کمزور پڑ رہی ہے جو معاشرتی انتشار کا باعث ہے۔[53]

شرحِ پیدائش میں کمی:

مغرب میں آزاد شہوت رانی کے کلچر نے عالمی سطح پر مغربی ممالک کی آبادی پر کس قدر منفی اثرات مرتب کیئے ہیں، اس کا اندازہ اس خبر سے لگایا جاسکتا ہے "برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کے میتھوڈسٹ فرقہ سے بڑھ گئی ہے۔ برطانوی اخبار ڈیلی ایکسپریس کے مطابق اس کی وجہ مسلمانوں کا مستحکم خاندانی نظام ہے جبکہ انگریز لوگ گرل فرینڈ بنا کر جوانی گزار دیتے ہیں۔ مانع حمل ادویات استعمال کرتے ہیں، شادی کرتے ہیں لیکن بیشتر شادیاں طلاق پر منتج ہوتی ہیں۔ یوں ان کی تعداد مسلمانوں سے کم ہو رہی ہے۔ 1991ء میں امریکی کالم نگار بین وائن برگ لکھتے ہیں کہ یہ فرض کر لینے کی بے شمار وجوہات ہیں کہ آنے والے دور میں مسلمانوں کے اثرورسوخ میں اضافہ ہوگا جس کا ایک سبب دنیا بھر میں مسلمانوں کی شرح آبادی میں معتدبہ اضافہ بھی ہے۔[54]

امراض خبیثہ کی کثرت:

زنا، بدکاری اور ہم جنس پرستی کی کثرت کے نتیجہ میں امراض خبیثہ (سوزاک، آتشک اور ایڈز وغیرہ) کی کثرت نے پورے امریکہ اور مغرب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ 1975ء میں برطانیہ کے ہسپتالوں میں جنسی امراض کی تعداد 4لاکھ 30ہزار نوٹ کی گئی جن میں سے ایک لاکھ 60ہزار عورتیں اور 2لاکھ 70ہزار مرد تھے۔ آزاد جنس پرستی کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی یہ خطرناک بیماری ترقی یافتہ ممالک میں عذاب الیم کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ امریکہ میں اس وقت ایڈز[55] کے مریضوں کی تعداد ایک کروڑ پچاس لاکھ ہے ۔امریکی سائنسدان ڈاکٹر اسٹریکر نے ایڈز پر اپنا ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ دنیا کی تمام حکومتوں کو ایڈز کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے، ورنہ اکیسویں صدی میں ایڈز کے سبب بہت کم انسان باقی رہ جائیں گے جو حکومت کرنے کے قابل ہوں گے۔[56]

سماجی مسائل اور اسلام کا حل:

اسلام نے خاندان اور سماج کا جو تصور پیش کیا ہے وہ موجودہ دور کے ان تصورات سے قطعی مختلف ہے۔ اس نے انسان کی فطرت میں ودیعت شدہ جنسی جذبے کو اہمیت دی ہے۔ وہ نہ اسے دبانے اور کچلنے کا قائل ہے، نہ انسان کو بے مہار چھوڑ دیتا ہے کہ اس کی تسکین کے لیے جو طریقہ چاہے اختیار کرے، بلکہ وہ اسے ایک مخصوص طریقے کا پابند کرتا ہے، جس کا نام 'نکاح' ہے۔ اس کے ذریعے مرد اور عورت کے درمیان جنسی تعلق صحیح بنیادوں پر استوار ہوتا ہے اور خاندان کا ادارہ تشکیل پاتا ہے۔ اس کی نظر میں زنا صرف وہی نہیں، جس میں جبر واکراہ شامل ہو، بلکہ وہ بھی ہے جو طرفین کی رضامندی سے ہوا ہو۔ نکاح کے بغیر جنسی تعلق قائم کرنا ہر حال میں حرام ہے، خواہ اس کا ارتکاب سماج کی نگاہوں کے سامنے ہو یا پوشیدہ اور اس میں طرفین کی مرضی شامل ہو یا نہ ہو۔ اس کے نزدیک ہم جنس پرستی شدید مبغوض شئے اور موجبِ تعزیر جرم ہے، اس لیے کہ یہ انسان کے فطری داعیے کے خلاف اور اس سے بغاوت ہے۔ اس کے نزدیک انسان اپنے اعضائے جسم کا مالک نہیں، بلکہ امین ہے، اس لیے مادۂ منویہ کو (Sperm Bank) میں محفوظ کرنے اور رحم کو کرایے پر دینے کا اسے کوئی حق نہیں۔

خاندان اور سماج کی صحیح خطوط پر استواری کے لیے اسلام نے جو تعلیمات دی ہیں، اگر ان پر عمل کیا جائے تو وہ مسائل پیدا ہی نہیں ہوں گے، جن کا اوپر کی سطور میں تذکرہ کیا گیا ہے، اسلام کی یہ تعلیمات محض خیالی

اور نظریاتی نہیں ہیں، بلکہ ایک عرصے تک دنیا کے قابل لحاظ حصے میں نافذ رہی ہیں اور سماج پر ان کے بہت خوش گوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

خلاصہ کلام

موجودہ دور میں مغرب اور مغربی خاندان جس اذیت سے گزر رہا ہے وہ انتہائی عبرت انگیز ہے۔ انہیں کئی طرح سے اخلاقی گراوٹ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مغربی گھریلو نظام بالکلیہ سکون وراحت سے خالی ہو چکا ہے۔ ان کا خاندان پریشانیوں اور بے سکونی کا گڑھ بن چکا ہے۔ وہ بچارے پاگلوں کی طرح سکون ڈھونڈ رہے ہیں، جوئے خانوں، شراب خانوں اور ڈانسنگ کلبوں میں وہ اس متاع گمشدہ کو تلاش کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ قیمتی جوہر انہیں مل کے نہیں دے رہا۔ اب ضروری ہے کہ مغرب کا انسان ہوش کے ناخن لے اور اسلام کے شجر سایہ دار کے سایے میں پناہ لے لے تاکہ دنیا میں سکون اور آخرت میں فلاح ابدی سے ہمکنار ہو سکے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آج کے مسلمان کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود اسلام کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہو بلکہ اپنے عمل اور قول سے مغرب کے مصیبت زدہ انسان کے لئے پیام رحمت اور مشعل راہ ثابت ہو۔

حوالہ جات وحواشی:

---

[1] الجرجاني، علي بن محمد بن علي، التعريفات، طبع اول (بيروت: دار الكتاب العربي، 1405ھ)، ج1، ص315
Al-jurjani,Ali bin Muhammad bin Ali, Al-Tarifat, Edition:Ist, Berut,Darul Kitab Al-arbi,1405H,1:315

[2] أبو القاسم الحسين بن محمد(502ه-)، المفردات في غريب القرآن(لبنان: دار المعرفة، بدون تاریخ)، ج1، ص505
Abul Qasim,Al-Husain bin Muhammad(502H),Al-Mufradat Fe Gharib ul Quran,Lubnan,Darul Marifa,1:505

[3] الحصکفی، علاؤالدین، الدر المختار (بیروت: دار الفکر، 1386ھ)، ج3، ص3
Al-Haskafi, Alau Deen, Al-Dur Ul-Mukhtar,Berut,Dar Ul Fekar, 1386H,3:3

[4] سورۃ النبأ:8:78
Sura Al-Naba:78:8

[5]القزويني، محمد بن يزيد، سنن ابن ماجه (بیروت: دار الفکر، بدون تاریخ)، ج1، ص592، رقم الحدیث:1846
Al-Qazvini, Muhammad Bin Yazeed, Sunan Ibn Maja,Berut,Dar Ul Fekar,1:592,Hadees:1846

[6]سورة الرعد:13:38

Sura Al-Raad:13:38

[7]سورة البقرة:2:35

Sura Al-Baqara:2:35

[8]سورة التحريم:66:10

Sura Al-Tahreem:66:10

[9]سورة هود:11:69-71

Sura Hood:11:69-71

[10]سورة يوسف:12:4

Sura Yousuf:12:4

[11]سورة مريم:19:2-5

Sura Maryam:19-2-5

[12]https://www.britannica.com/topic/marriage/Marriage-rituals، تاریخ رسائی، 4 جنوری، 2024ء

[13]Monk, J. Kale., and Brian G. Ogolsky. 2016. "Contextual Relational Uncertainty Model: Understanding Ambiguity in a Changing Sociopolitical Context of Marriage." Journal of Family Theory & Review 11, no. 2: 243–261.

[14]Billari, Francesco C., and Aart C. Liefbroer. 2016. "Why still marry? The role of feelings in the persistence of marriage as an institution." British Journal of Sociology 67, no. 3: 183–198.

[15]Billari, Francesco C., and Aart C. Liefbroer. 2016. "Why still marry? The role of feelings in the persistence of marriage as an institution." British Journal of Sociology 67, no. 3: 210–.213

[16] Escoffier: The King of Chefs by James, Kenneth,2003,page:23

[17] Escoffier: The King of Chefs by James, Kenneth,2003,page:24

[18]"Abc-Clio -"Greenwood.com، تاریخ رسائی، 6 جنوری، 2024ء

[19] https://www.thequint.com/neon/social-buzz/malala-on-her-decision-to-get-married، تاریخ رسائی، 8 جنوری، 2024ء

[20]سورۃالمؤمنون:23:5-7

Sura Al-Momenoon:23:5-7

[21]سورۃالبقرۃ:2:221

Sura Al-Baqara:2:221

[22] ابوداؤد ،سلیمان بن الاشعث،سنن أبي داود،باب في الولی،(بیروت:دار الفکر،2005ء)ج2،ص190،رقم الحدیث:2085

Abu Dawood,Sulaiman Bin Al-Ashas,Sunan Abe Dawood,Bab Fe Al-Wali,,Berut,Dar Ul Fekar,2005, 2:190, Hadees:2085

[23]سورۃالنساء:4:19

Sura Nisa:4:19

[24]جصاص،احمد بن علی،احکام القرآن،طباعت اول(بیروت:دار احیاء التراث العربی،1405ھ)،ج2،ص68

Jasas,Ahmad Bin Ali,Ahkam Ul-Quran,Edition:1st, Berut,Dar Ul-Ihya Tura Ul-Arabi,1405H,2:68

[25] قرطبی،محمد بن احمد،الجامع لاحکام القرآن معروف بہ تفسیر قرطبی،(ریاض:دار عالم الکتب،2003ء)، ج5، ص97

Qurtabi,Muhammad Bin Ahmad, Al-Jaam Le-Ahkam Ul-Quran,Maroof-ba-Tafseer Qurtabi,Riaz, Dar Aalm Ul-Kutub,2003:5:97

[26] ترمذي،محمد بن عیسی،سنن الترمذي(بیروت:دار إحیاء التراث العربي،بدون تاریخ)،ج5،ص709،رقم الحدیث:3895

Tirmizi, Muhammad Bin Esa, Sunan Ul-Tirmizi,Berut, Dar Ul-Ihya Tura Ul-Arabi:5:709,Hadees:3895

[27]سورۃالبقرۃ:2:228

Sura Al-Baqara:2:228

[28]سورۃالنساء:4:34

Sura Nisa:4:34

[29]سورۃالنساء:4:19

Sura Nisa:4:19

[30]سورۃالبقرۃ:2:233

Sura Al-Baqara:2:233

[31]راشد عبد اللہ فرحان، اسلام کا نظام معاشرت، طباعت اول (انڈیا: الفاروق پبلیکشن، 2008ء)، ص133

Rashid,Abdullah Farhan,Islam ka Nizam-e-Muasharat,Edition:1st, India,AL-Farooq,Publication,2008:133

[32] Murdock,George O. Our Primitive Contemporaries, (New York:The Macmillan Co.1935),P:135

[33] Porde,C,Daryll, Habitat, Society and Economy,(New York:O.P.Dutton,1950),p:69

[34] Ralph L.Beals and Harry Haijer, An Introduction to Anthropology,3rd Edition (London:The Macmillan,1970),P:231

[35] Bromlecy,P,M,Family Law,An Introduction to Socialogy(Cambridge:Univeristy Press, 1985),113

[36] Ibid

[37] Ibid

[38] Ibid

[39] International Encyclopaedia of Social Sciences,(New York: The Macmillan Company,1972),Vol.9,P:164

[40]سورۃ النور:32:24

Sura Noor:24:32

[41]بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعُزُبَةَ، ج1، ص324، رقم الحدیث:1905

Bukhari,Muhammad bin Ismail, Sahih Al-Bukhari, Bab Ul-Soum Leman Khafa ala Nafsi Al-Uzbata, ,1:324 ,Hadees:1905

[42]سورۃ الرعد:38:13

Sura Raad:13:38

[43]سورۃ آل عمران:39:3

Sura Al-Imran:3:39

[44]ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی، الوفا باحوال المصطفیٰ، (بیروت: دار العلم، بدون تاریخ)، ج1، ص123

Ibn-Ul-Jaozi,Abdul Rehman Bin Ali, Al-Wafa Be Ahwal-Ul-Mustafa,Berut,Dar Ul-Ilam,1:123

ملاحظہ فرمائیں: البانی، محمد ناصر الدین، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، طباعت اول (ریاض: دار المعارف، 1992ء)، ج14، ص141

Al-Bani,Muhammad Nasir Ul-Deen, Silsil Tul-Ahadees Ul-Zaeefa Wal- Mauzoa,Edition:1st,Riaz,Dar Ul- Maarif,1992:14:141

[45]https://www.bbc.com/urdu/science-54644193، تاریخ رسائی، 10 جنوری 2024ء

[46]Chauncey,G.From sexual inversion to homosexuality:Medicine and the changing conceptualization of female deviance.salmagundi,p:58-59

[47] مدیر خورشید احمد، ماہنامہ ترجمان القران، خاص ایڈیشن: بیاد سید ابوالاعلیٰ مودودی، دسمبر2011ء، ص53

Mudeer,Khursheed Ahmad,Mahnama Tarjman Ul-Quran, Khas Edition,Bayad Sayyad Abu Ul-Aala Mudodi, December,2011,:53

[48]Foucault,M.The History of Sexuality,California Press,Vol 1:p:145

[49] Parker,R,HIV and AIDS related stigma and discrimination,Harvard University Press,p:13

[50] محمد رضی الاسلام ندوی، مغرب اور اسلام، ترجمان القرآن، 2011ء، ص56

Muhammad Razi Ul-Islam, Maghrib awr Islam,Tarjman Ul-Quran,2011,:56

[51] خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، طباعت اول (لاہور: الفیصل ناشران، 2009ء)، ص506

Khalid,Alvi, Islam ka Muashrati Nizam,Edition:1st ,Lahor, Al-Faisal Publishers,2009,:506

[52] Ertürk, Yakın.Family Law and Violence Against Women.New York press:2002,p:23

[53] Parker,R,HIV and AIDS related stigma and discrimination, Press,p:47

[54] Steven Weinberg ‹To Explain The World,New York,2016,p:116

[55] ایڈز (Aids) انگریزی لفظ (Acquired Immune Deficiency Syndrom) کا مخفف ہے۔ جس کا مطلب ہے جسم کے مدافعتی نظام کی تباہی کی علامت۔

[56]Edith Houghton Hooker,The Laws of Sex, digitallibraryindia; JaiGyan,p:45